ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

بیوع فاسدہ کی تعبیرات کے بارے میں اقوال فقہاء کا جائزہ

ANALYSIS OF JURISTS' OPINIONS ON THE INTERPRETATION OF ROTTEN SALE TRANSACTIONS

Dr. Muhammad Anas Raza
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, NCBA&E, Sub Campus, Multan

Dr. Hafiz Muhammad Arshad Habib
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, NCBA&E, Sub Campus, Multan

ABSTRACT:
The social aspect of life is heavily influenced by transactions of buying and selling, as individuals rely on each other to fulfill their essential needs. This practice, rooted in ancient times, has evolved alongside the progress of civilization, witnessing rapid changes in various sectors, including financial transactions. Holy Prophet Muhammad (ﷺ) elaborated detailed guidelines regarding different types of buying and selling transactions to ensure that these dealings are conducted among people without any disputes. Hence, just like guidance for other aspects of life, comprehensive guidance regarding economic life is obtained from the teachings of The Holy Prophet Muhammad (ﷺ). However, interpretations regarding various transactions mentioned in the blessed hadiths have led to differing opinions among scholars. This article explores these transactions in light of the opinions of Islamic jurists to facilitate a clear understanding of the noble hadiths.
Keywords: *Hadith, Financial transactions, Jurists' Opinions, Rotten Sale, Void Sale.*

خرید وفروخت کے معاملات پر معاشرتی زندگی کا دارومدار ہے۔ ہر انسان اشیائے ضروریہ کی تکمیل کے لیے ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ یہ سلسلہ بہت قدیم ہے۔ تہذیب وتمدن کے ارتقاء کے ساتھ لین دین کے تمام طریقوں میں جہاں جدت آئی وہاں اُس نے کچھ جدید اور نئے مسائل کو بھی جنم دیا۔ لین دین کی ابتداء بارٹر سسٹم کے تحت ہوئی تھی۔ ابتداء میں انسان وہی اشیاء بناتا جس میں اس کو مہارت حاصل تھی، پھر وہ اپنی اشیاء اس شخص کو دے کر اپنی ضرورت کی مطلوبہ شے اس سے حاصل کر لیتا تھا۔

تہذیب وتمدن کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ جہاں دوسرے شعبوں میں تیزی سے تبدیلی رونما ہوئی، نت نئی ایجادات ہوئیں، تو لین دین کے طور طریقوں میں بھی تبدیلی آئی۔ جہاں اشیاء کی خرید وفروخت ہوتی ہے، جس میں ایک شے کے خریدنے والے اور بیچنے والے شے کا سودا کرنے کے لیے ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ انسانوں کے مابین معاملات کی اسی اہمیت کے پیش نظر حضور اقدس ﷺ نے خرید فروخت کی اقسام سے متعلق احکامات کو تفصیلاً بیان کیا تاکہ یہ معاملات بغیر کسی تنازعے کے عوام الناس کے مابین طے پائیں۔ یوں ہمیں زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح معاشی زندگی سے متعلق مکمل رہنمائی سنتِ مصطفیٰ ﷺ سے حاصل ہوتی ہے۔ احادیث مبارکہ میں متعدد بیوع سے متعلق ممانعت وارد ہوئی ہے جن کی تعبیرات کے بارے میں اقوالِ فقہاء مختلف ہیں۔ ذیل میں ان بیوع کا اقوالِ فقہاء کی روشنی میں ذکر کیا جاتا ہے تاکہ احادیث طیبہ کے صحیح فہم تک رسائی ممکن ہو:

ایسی شرائط جن کی موجودگی سے ایک درست بیع وجود میں آتی ہے وہ بیع کی شرائط صحت کہلاتی ہیں۔ ڈاکٹر وہبہ کے بقول:

ھی ما یشترط شرعا لترتیب آثار العقد فان فقدت کان العقد فاسدا [1]

یہ شرائط شرعی اثر مرتب کرنے کیلئے ضروری ہیں ان میں سے اگر کوئی شرط مفقود ہو تو بیع فاسد ہو گی اور فساد دور کرنے سے بیع درست اور نافذ العمل ہو گی۔

بیع کی شرائط صحت دو قسم کی ہیں ایک عمومی شرائط اور دوسری خصوصی شرائط۔[2] خصوصی شرائط موقع محل کے اعتبار سے جدا جدا ہو سکتی ہیں البتہ عمومی شرائط سے مراد ایسی شرائط ہیں جو بیع کی تمام اقسام کو شامل ہیں۔ مثلاً بیع کو جہالت، مجبوری، وقت کی قید، دھوکے، نقصان اور شروط فاسدہ سے خالی ہونا چاہئے۔ بیع کی صحت کیلئے عاقدین کی رضامندی ضروری شرط ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَأْكُلُوا أَمْوالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْباطِلِ إِلاَّ أَنْ تَكُونَ تِجارَةً عَنْ تَراضٍ مِنْكُمْ [3]

فقہاء کرام عقد کے اعتبار سے بیع کی چار اقسام ذکر کرتے ہیں:

1۔ بیع نافذ 2۔ بیع موقوف 3۔ بیع فاسد 4۔ بیع باطل

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

ایجاب وقبول ہونے کے ساتھ ہی فوراً حق ملکیت حاصل ہو جائے تو اس کو بیع نافذ کہتے ہیں[4]

اگر بیع میں یا مشتری نے اپنا ایجاب وقبول کسی دوسرے شخص کی اجازت پر موقوف کیا ہو تو اس صورت میں بیع واقع تو ہو جائے گی مگر یہ بیع موقوف ہو گی۔[5]

جس صورت میں بیع کا کوئی رکن نہ پایا جائے وہ چیز خرید وفروخت کے قابل نہ ہو تو وہ بیع باطل ہے۔[6]

اگر رکن بیع (یعنی ایجاب وقبول یا چیز کے لین دین میں یا محل بیع میں یعنی مبیع میں) خرابی نہ ہو بلکہ اس کے علاوہ کوئی اور خرابی ہو تو ایسی بیع فاسد کہلائے گی۔[7]

علامہ علاؤالدین محمد بن علی المتوفی 1088ھ بیع باطل کی صورتیں بیان کرتے ہیں:

1۔ بیع کا کوئی رکن نہ پایا جائے۔ جیسے مجنون یا لایعقل بچے نے ایجاب وقبول کیا ہو۔

2۔ وہ چیز بیع کے قابل ہی نہ ہو۔ جیسے مبیع مردار ہو خون ہو یا شراب ہو۔

3۔ایسی چیز جو کسی دینِ آسمانی میں مال نہ ہو۔ جیسے مردار کا خون ان کو چاہے مبیع کیا جائے یا ثمن کیا جائے بہر حال بیع باطل ہے۔

4۔ بعض دین میں مال ہو اور بعض میں نہیں۔ جیسے شراب اگرچہ یہ اسلام میں مال نہیں ہے لیکن دین موسوی اور عیسوی میں یہ مال تھی۔اس کو مبیع قرار دیں گے تو بیع باطل ہے۔[8]

اسی طرح بیع فاسد کی مختلف صورتیں بھی بیان کی گئی ہیں:

1۔ مبیع غیر مقدور تسلیم ہونا۔

2۔ مبیع یا ثمن کا وصف معلوم نہ ہونا۔

3۔قدر کا معلوم نہ ہونا۔

4۔ مبیع کا مالک نہ ہونا۔

5۔ مبیع میں سے کسی چیز کو مستثنیٰ کر لینا جو مبیع سے الگ نہ ہو سکے۔

6۔مال کا غیر متقوم ہونا۔ جیسے خنزیر، شراب۔[9]

انہی اصول وضوابط کی وجہ سے فقہاء کرام کے نزدیک کسی بھی عقد پر فاسد یا باطل ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے۔

بیع ملامسہ اور منابذہ کی ممانعت

احادیث مبارکہ میں بیع ملامسہ اور منابذہ سے نہی فرمائی گئی ہے چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن المنابذة ، وهي طرح الرجل ثوبه بالبيع إلى الرجل ، قبل أن يقلبه ، أو ينظر إليه ، ونهى عن الملامسة ، والملامسة لمس الثوب لا ينظر إليه.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منابذہ کی بیع سے منع فرمایا تھا۔اس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک آدمی بیچنے کے لیے اپنا کپڑا دوسرے شخص کی طرف (جو خریدار ہوتا) پھینکتا اور اس سے پہلے کہ وہ اسے الٹے پلٹے یا اس کی طرف دیکھے (صرف پھینک دینے کی وجہ سے وہ بیع لازم سمجھی جاتی تھی) اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع ملامسۃ سے بھی منع فرمایا۔ اس کا یہ طریقہ تھا کہ (خریدنے والا) کپڑے کو بغیر دیکھے صرف اسے چھو دیتا (اور اسی سے بیع لازم ہو جاتی تھی اسے بھی دھوکہ کی بیع قرار دیا گیا۔[10]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع ملامسہ اور بیع منابذہ سے منع فرمادیا۔[11]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں دو قسم کی بیع سے منع کیا گیا ہے۔ایک ملامسہ دوسری منابذہ' ملامسہ کی تعریف یہ ہے کہ فریقین میں سے ہر ایک دوسرے کے کپڑے کو غور کئے بغیر ہاتھ لگا دے (اور اس سے بیع لازم ہو جائے) اور بیع منابذہ یہ ہے کہ فریقین میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف اپنا کپڑا پھینک دے اور فریقین میں سے کوئی بھی دوسرے کے کپڑے کو نہ دیکھے۔ (اور بیع لازم ہو جائے)

علامہ نووی ملامسہ کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ کوئی شخص اندھیرے میں کپڑا لائے یا لپٹا ہوا کپڑا لائے اور خریدار سے کہے میں تم کو یہ کپڑا اس شرط پر بیچتا ہوں کہ جب تم اس کو ہاتھ لگا دو گے تو تمہارا اس کو چھونا اس کو دیکھنے کے قائم مقام ہو گا اور بعد میں تمہیں اس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہو گا۔ یہ تعریف امام شافعی سے منقول ہے۔ دوسری تعریف یہ ہے کہ صرف چھونے سے بیع لازم ہو

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

جائے۔ بیچنے والا خریدار سے کہے جب تم نے اس کو چھو لیا تو بیع واجب ہو جائے گی۔ تیسری تعریف یہ ہے کہ بیچنے والا کہے جب تم نے اس کو چھو لیا تو تمہارا اختیار باطل ہو جائے گا۔

ان تمام تعریفات کے ساتھ بیع ملامسہ باطل ہے اور بیع منابذہ کی بھی تین تعریفیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ کسی چیز کو پھینک دینے سے بیع لازم ہو جائے۔ دوسری تعریف یہ ہے کہ میں یہ چیز پھینکتا ہوں۔ جب میں پھینک دوں گا تو تمہارا اختیار باطل ہو جائے گا۔ تیسری تعریف یہ ہے کہ پھینکنے سے کنکری پھینکنا مراد ہو۔[12]

امام ابو حنیفہ کے نزدیک بیع ملامسہ کی تعریف یہ ہے کہ بیچنے والا کہے میں تم کو یہ چیز اتنے پیسوں کے عوض بیچتا ہوں جب تم اس چیز کو چھو لو گے تو بیع واجب ہو جائے گی یا خریدار اسی طرح کہے۔[13] علامہ بابرتی حنفی نے بیع منابذہ کی یہی تعریف کی ہے کہ بائع اور مشتری کسی چیز کی قیمت پر راضی ہو جائیں اور بائع یہ کہے کہ جب میں یہ چیز تمہارے پاس پھینک دوں گا تو بیع لازم ہو جائے گی اور تمہیں اس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہو گا۔[14]

بیع حبل الحبلۃ کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ نے حبل الحبلۃ (حاملہ اونٹنی کے حمل) کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اونٹ کا گوشت حاملہ کے حمل تک فروخت کرتے تھے اور حاملہ کے حمل سے مراد یہ ہے کہ اونٹنی سے ایک اور اونٹنی پیدا ہو۔ پھر بڑی ہو کر یہ اونٹنی حاملہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بیع سے منع فرما دیا تھا۔[15]

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں: حبل کا معنی پیٹ میں اٹھایا ہوا بچہ یا حمل ہے۔ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے "حبل الحبلۃ" سے منع فرمایا ہے۔ پہلے حبل سے اونٹنیوں کے پیٹ کا حمل مراد ہے اور دوسرے لفظ سے اونٹنیوں کے پیٹ کا بچہ مراد ہے۔[16]

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ حابلۃ ہر مونث کی صفت ہو سکتی ہے یا خاص مونث کی صفت ہوتی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حیوانات میں اس کا اطلاق صرف اس حدیث میں ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا اونٹنی کے پیٹ کے بچے کو حبل الحبلہ کہتے ہیں۔ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ علامہ ابن منظور نے متعدد اقوال نقل کر کے اسی کو ترجیح دی ہے۔[17]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حبل الحبلۃ کی چار تفسیریں ذکر کی ہیں:

1۔ کسی چیز کو خریدا جائے اور کہا جائے کہ اس کی قیمت اس وقت دی جائے گی۔ جب اس حاملہ اونٹنی کے بچی ہو پھر وہ بڑی ہو کر بچہ دے یہ تفسیر حضرت ابن عمر سے صحیح بخاری کی روایت میں ہے۔

2۔ کسی چیز کی معیادی قیمت پر بیع کی جائے اور کہا جائے کہ قیمت اس وقت دی جائے گی جب یہ حاملہ اونٹنی اپنا حمل وضع کرے گی۔ یہ تفسیر ابن مسیب سے منقول ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور فقہاء کی ایک جماعت نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

3۔ کسی چیز کی معیادی قیمت پر بیع ہو اور قیمت اس وقت دی جائے۔ جب اونٹنی کی بچی پیدا ہونے کے بعد حاملہ ہو جائے اور اس کے وضع حمل کی شرط نہ ہو۔ یہ تفسیر حضرت ابن عمر سے منقول ہے۔ ان تینوں صورتوں میں بیع اس لئے ممنوع ہے کہ قیمت کی ادائیگی کی مدت مجہول ہے۔

4۔ حاملہ اونٹنی کے پیٹ کے بچے یا پیٹ کے بچے کے بچے کی بیع کی جائے۔ امام ترمذی نے اس تفسیر پر اعتماد کیا ہے۔ امام احمد، ابو عبیدہ اور اسحاق نے اس تفسیر کو اختیار کیا ہے۔ اس صورت میں بیع کے ممنوع ہونے کی وجہ غرر اور مبیع کی جہالت ہے۔ کیونکہ پیٹ کے بچہ کا خود پیدا ہونا یقینی نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اس کے بچہ کا پیدا ہونا یقینی ہو۔[18]

بیع پر بیع کی حرمت

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ بیع پر بیع اور نرخ پر نرخ ممنوع ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کوئی شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔ نہ کوئی اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے۔ سوا اس کے کہ وہ اجازت دے دے۔[19]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کے نرخ کرتے وقت نرخ نہ کرے۔[20] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

"عن ابن عمر , ان النبي صلى الله عليه وسلم:" نهى عن النجش"[21]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرضی بھاؤ پر بھاؤ بڑھانے سے منع فرمایا۔

اس حدیث میں بیع نجش کی ممانعت ہے۔ یعنی ایک شخص جو کہ قیمت لگا چکا ہے۔ اب کسی دوسرے شخص کو ہر گز اجازت نہیں کہ وہ اس قیمت اور قیمت لگا کر شرارت کر کے بائع اور مشتری کا ذہن خراب کرے۔

بیع پر بیع اور نرخ پر نرخ کے بارے میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص نے مدت خیار میں کوئی چیز خریدی اس سے کوئی شخص یہ کہے کہ اس بیع کو فسخ کردو۔ میں تم کو یہ چیز اس سے کم قیمت پر فروخت کردوں گا۔ یہ حرام ہے یا خریدار کہے تم اس بیع کو فسخ کردو میں تم کو اس چیز کی اس سے زیادہ قیمت دوں گا، یہ بھی حرام ہے۔ حدیث میں نرخ پر نرخ کرنے کی ممانعت ہے کہ خریدار اور بائع دونوں کسی چیز کی بیع پر راغب اور راضی ہوں لیکن ابھی عقد بیع نہ ہوا ہو کہ ایک اور شخص بائع سے کہے میں زیادہ قیمت دوں گا۔ قیمت طے ہو جانے کے بعد یہ بھی حرام ہے۔ البتہ نیلام میں زیادہ بولی دینا جائز ہے۔[22]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُتَلَقَّى الرُّكْبَانُ لِبَيْعٍ، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْلُبَهَا، فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ[23]

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیع کے لیے قافلے کے ساتھ راستے میں (جاکر) ملاقات نہ کی جائے، نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی بیع پر بیع کرے، نہ خریدنے کی نیت کے بغیر محض بھاؤ بڑھانے کے لیے قیمت لگاؤ، نہ کوئی شہری کسی دیہاتی کے لیے بیع کرے اور نہ تم اونٹنی اور بکری کا دودھ روکو، جس نے انہیں اس کے بعد خرید لیا تو ان کا دودھ دوہنے کے بعد اسے دو باتوں کا اختیار ہے: اگر اسے وہ پسند ہے تو اسے رکھ لے اور اگر اسے ناپسند ہے تو ایک صاع کھجور کے ساتھ اسے واپس کردے۔

بیع پر بیع کی ممانعت کی تعبیر میں مذاہب مختلف ہیں۔ علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ بیع پر بیع اور نرخ پر نرخ ممنوع ہے۔ امام شافعی امام ابو حنیفہ اور دوسرے فقہاء کا موقف یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اس حکم کا خلاف کر کے بیع پر بیع کرلی تو وہ گنہگار ہوگا اور بیع منعقد ہو جائے گی۔ داؤود ظاہری نے کہا کہ بیع منعقد نہیں ہوگی۔ امام مالک سے اس سلسلہ میں دو روایتیں ہیں۔[24]

علامہ شمس الدین مقدسی حنبلی لکھتے ہیں:

نرخ پر نرخ کرنا حرام ہے جبکہ فریقین کی رضامندی صراحۃً ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ ظاہراً ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ جب دونوں امر مساوی ہوں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ جب بائع اور مشتری عقد کر چکے ہوں تو مدت خیار میں اس پر بیع کرنا صحیح نہیں ہے۔[25]

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی قیمت پر قیمت نہ لگائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ جب بائع قیمت لگانے والے کی طرف راغب ہو چکا ہو اور بیع منعقد ہونے میں معمولی سا مسئلہ رہتا ہو۔ مثلاً بائع دینار میں قیمت لینا چاہتا ہو اور خریدار درہم میں قیمت دینا چاہتا ہو یا خریدار عیب کی شرط لگانا چاہتا ہو اور بائع عیب سے برأت کی شرط لگا رہا ہو۔ امام ابو حنیفہ نے بھی اس حدیث کی تشریح' امام مالک کی طرح کی ہے۔ فقہاء یہ کہتے ہیں کہ یہ بیع مکروہ ہے لیکن اگر کسی نے کرلی تو بیع نافذ ہو جائے گی کیونکہ یہ اس بیع پر قیمت لگائی گئی ہے جو ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ داؤد ظاہری اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بیع ہو جائے تو فسخ کردی جائے گی خواہ کسی حالت میں ہو (یعنی بیع تام ہونے سے پہلے یا بعد) انہوں نے عموم سے استدلال کیا ہے۔ امام مالک اور ان کے بعض اصحاب سے یہ بھی روایت ہے کہ جب تک مبیع فوت نہ ہو بیع کو فسخ کر دیا جائے گا۔ نیز قاضی ابن رشد مالکی فرماتے ہیں آیا اس ممانعت میں ذمی کی بیع بھی داخل ہے یا نہیں؟ جمہور یہ کہتے ہیں کہ ذمی اور غیر ذمی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ امام اوزاعی یہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مسلمان بھائی کی بیع پر بیع کرنے سے منع فرمایا ہے اور ذمی ہمارا بھائی نہیں ہے۔[26]

فقہاء احناف نے بالعموم بیع پر بیع کی ممانعت کو نرخ پر نرخ کی ممانعت پر محمول کیا ہے۔[27] اور علامہ ابن نجیم نے اسی طرح لکھا ہے۔ علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں کہ یہ ممانعت دوسرے شخص کے نقصان کی وجہ سے ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ جب فریقین قیمت پر راضی ہو جائیں۔[28] علامہ حصکفی نے بھی در مختار میں اسی طرح لکھا ہے۔ علامہ ابن ہمام نے اس ممانعت کو دونوں صورتوں میں عام رکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ نرخ پر نرخ لگانے کی صورت یہ ہے کہ فریقین ایک قیمت پر راضی ہو جائیں اور عقد پر ان کا میلان ہو پھر ایک اور شخص آکر زیادہ قیمت کی پیش کش کرے یا اسی قیمت کی پیش کش کرے لیکن وہ شخص بائع کے نزدیک صاحب وجاہت ہو۔ اس وجہ سے وہ اس کے ہاتھ مبیع کو فروخت کردے اور بیع پر بیع کرنے کی صورت یہ ہے کہ بائع اور مشتری ایک چیز کی ایک قیمت پر راضی ہو جائیں پھر ایک شخص آکر کہے میں تم کو یہ چیز اس سے کم قیمت پر دوں گا۔ اس سے فروخت کرنے والے کو ضرر ہوگا۔ پس ظاہراً معلوم ہوا کہ بیع پر بیع اور نرخ پر نرخ کی الگ الگ صورتیں ہیں اور دونوں کے سلسلہ میں حدیثیں ہیں۔ اس وجہ سے اس حدیث میں بیع کو مجازاً نرخ پر محمول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی گنجائش اس وقت ہوتی جب نرخ پر نرخ کی ممانعت کی حدیث نہ ہوتی اور جب یہ حدیث موجود ہے تو بیع کو نرخ پر محمول کرنے کی کیا ضرورت ہے؟[29]

فقہاء مذاہب اربعہ کی عبارات پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنابلہ نے نرخ پر نرخ لگانے اور بیع پر بیع کرنے دونوں کو ناجائز قرار دیا ہے۔ فقہاء مالکیہ نے بیع پر بیع

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

کرنے کو نرخ پر نرخ لگانے پر محمول کیا ہے۔فقہاء احناف میں سے اکثر کے اقوال مالکیہ کی طرح ہیں۔علامہ ابن ہمام نے ہر چند کہ باقی فقہاء سے اختلاف کر کے دونوں صورتوں کو الگ الگ قرار دیا ہے۔لیکن انہوں نے جو دو صورتیں بیان کی ہیں وہ دونوں در حقیقت نرخ پر نرخ لگانے کی صورتیں ہیں کیونکہ دونوں صورتیں بیع منعقد ہونے سے پہلے کی ہیں۔

علامہ شامی نے بھی حدیث شریف کے مطابق نرخ اور بیع دونوں کی ممانعت بیان کی ہے۔البتہ بیع پر بیع کی صورت فتح القدیر کے حوالے سے انہوں نے وہی بیان کی ہے جو نرخ پر نرخ لگانے کی صورت ہے۔ایک چیز زائد انہوں نے علامہ خیر الدین رملی کے حوالے سے یہ بیان کی ہے کہ اجارہ پر اجارہ بھی ممنوع ہے۔[30]

بیع نجش کی ممانعت

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجش سے منع فرمایا ہے۔چنانچہ روایت ہے:

عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ النَّجْشِ.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع نجش سے منع فرمایا ہے۔[31]

نجش کا لغوی معنی جوش دلانا ہے۔ابن قتیبہ نے کہا اس کا معنی دھوکا دینا ہے۔ہروی نے کہا اس کا معنی تعریف میں مبالغہ کرنا ہے۔علامہ نووی نجش کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ نجش یہ ہے کہ ایک آدمی مبیع کی قیمت زیادہ لگائے اور اس سے اس کا مقصد مبیع میں رغبت اور اس کو خریدنا نہ ہو۔بلکہ اس کا مقصد دوسرے شخص کو دھوکے سے پھنسانا ہو وہ اس کو قیمت بڑھانے اور خریدنے پر برانگیختہ کرتا ہے اور یہ بالاجماع حرام ہے اور اگر اس دوسرے شخص نے اس مبیع کو خرید لیا تو بیع صحیح ہے اور اس کا گناہ نجش کرنے والے پر ہے اور اگر اس کی اور بائع دونوں کی ملی بھگت ہو تو دونوں پر گناہ ہے۔امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ بیع باطل ہے کیونکہ حدیث میں ممانعت فساد کا تقاضا کرتی ہے۔[32]

نجش کے حکم میں مذاہب اربعہ میں اختلاف ہے۔علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

جب کسی چیز کی اصل قیمت لگادی جائے اس کے بعد کوئی شخص اس کی قیمت بڑھائے حالانکہ وہ خریدنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو بلکہ دوسرے شخص کو ترغیب دینا چاہتا ہو تو یہ نجش ہے اور ممنوع ہے۔کیونکہ یہ مسلمان کو دھوکا دینا ہے اور اس پر ظلم ہے۔ہاں اگر کسی چیز کی قیمت نہ لگائی گئی ہو اور وہ خریدنے کا ارادہ کئے بغیر اصل قیمت لگوانے کیلئے بڑھائے تو یہ جائز ہے کیونکہ اس میں کسی کو ضرر پہنچائے بغیر مسلمان کو نفع پہنچانا ہے۔یہ اس وقت ہے جب دوسرا شخص اس چیز کو کم قیمت پر خریدنا چاہتا ہو۔[33]

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

نجش کے ممنوع ہونے پر علماء کا اتفاق ہے البتہ جب نجش کے ساتھ بیع ہو جائے تو اس میں اختلاف ہے۔اہل ظاہر کا قول ہے کہ یہ بیع فاسد ہے۔امام مالک کہتے ہیں کہ یہ عیب کی طرح ہے اور خریدار کو اس میں اختیار ہے۔اگر وہ اس بیع کو رد کرے گا تو بیع رد کر دی جائے گی اور اگر وہ مبیع کو رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے۔امام ابو حنیفہ اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ نجش کرنے والا گنہگار ہو گا لیکن بیع ہو جائے گی۔اختلاف کا سبب یہ ہے کہ کیا نہی منہی عنہ کے فساد کو متضمن ہوتی ہے۔وہ بیع کو جائز نہیں کہتے اور جو کہتے ہیں نہی منہی عنہ کے فساد کو متضمن نہیں ہوتی وہ بیع کو جائز کہتے ہیں جمہور کا موقف یہ ہے کہ نہی جب منہی عنہ کی ذات میں کسی وصف کی وجہ سے وارد ہوئی ہو تو فساد کو متضمن ہوتی ہے۔جیسے ربٰو اور غرر سے نہی ہے اور جب نہی کسی خارجی سبب سے آئی ہو تو فساد کو متضمن نہیں ہوتی۔[34]

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جس شخص کا خریدنے کا ارادہ نہ ہو وہ سودے کی قیمت میں اضافہ کرے تاکہ خریدار دھوکے میں آکر قیمت بڑھائے تو یہ نجش ہے اور حرام ہے۔۔۔۔اگر کوئی شخص نجش کے ساتھ کسی چیز کو خریدلے تو اکثر اہل علم کے نزدیک اس کا خریدنا صحیح ہے۔امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی موقف ہے۔امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ بیع باطل ہے۔فقیہ ابو بکر کا یہی مختار ہے اور یہی مالک کا قول ہے کیونکہ نہی فساد کا تقاضا کرتی ہے۔علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ نہی ناجش کی طرف راجع ہے۔عاقد کی طرف راجع نہیں ہے۔اس لئے بیع میں موثر نہیں ہے اور اس لئے بھی کہ یہ نہی آدمی کے حق کی وجہ سے ہے۔پس بیع فاسد نہیں ہو گی۔جیسے عیب کی وجہ سے بیع فاسد نہیں ہوتی۔برخلاف اس کے جب اللہ تعالیٰ کے حق کی وجہ سے ممانعت ہو۔کیونکہ جو ممانعت آدمی کے حق کی وجہ سے ہو اس کی تلافی خیار فسخ سے ہو سکتی ہے۔اگر نجش کے ساتھ بیع میں اتنا غبن کیا گیا ہو جتنا عادۃً نہیں ہوتا تو خریدار کو اختیار ہو گا خواہ بیع فسخ کرے یا رہنے دے اور اگر اتنا غبن ہے جتنا ہوتا رہتا ہے۔تو پھر خریدار کو اختیار نہیں ہے خواہ نجش بائع کی موافقت سے ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔[35]

خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک نجش حرام اور ناجائز ہے لیکن اگر نجش کے ساتھ بیع ہو جائے تو امام ابو حنیفہ ' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بیع صحیح ہے اور امام مالک کے نزدیک بیع باطل ہے۔امام احمد بن حنبل سے بھی یہ ایک روایت ہے لیکن یہ جمہور فقہاء حنابلہ کا مختار نہیں ہے۔[36]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

بیع مصراۃ کا حکم

بیع مصراۃ سے ممانعت کا حکم بھی متعدد روایات میں آیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، لَا سَمْرَاءَ»

قرہ نے ہمیں محمد (بن سیرین) سے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دودھ روکی ہوئی بھیڑ (یا بکری) خرید لی تو اسے تین دن تک اختیار ہے۔ اگر وہ اسے واپس کرے تو اس کے ساتھ غلے کا ایک صاع بھی واپس کرے، گندم کا نہیں۔[37]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ لَا تَلَقَّوْا الرُّكْبَانَ لِلْبَيْعِ وَلَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ مَنْ ابْتَاعَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ فَإِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا وَإِنْ شَاءَ أَنْ يَرُدَّهَا رَدَّهَا وَمَعَهَا صَاعُ تَمْرٍ[38]

" غلے والے قافلوں کو (منڈی سے باہر جا کر) خرید و فروخت کے لیے نہ ملو اور اونٹنی یا بکری کا دودھ نہ روکو۔ جو شخص ایسا جانور خرید لے تو اسے (دودھ دوہنے کے بعد) دو چیزوں میں سے بہتر کا اختیار ہے۔ اگر چاہے تو جانور رکھ لے اور اگر واپس کرنا چاہے تو واپس کر دے اور اس کے ساتھ کھجوروں کا ایک صاع بھی دے۔"

تصریہ خواہ بکری کا ہو یا اونٹنی کا ہو یا کسی اور دودھ دینے والے جانو کا یہ حرام ہے کیونکہ اس میں خریدار کو دھوکا دیا جاتا ہے۔

مصراۃ کا مصدر تصریہ ہے اور مادہ صریٰ ہے اس کا معنی ہے جمع کرنا' عرب کہتے ہیں صريت الماء في الحوض میں نے حوض میں پانی جمع کر لیا۔"صرى الماء في ظهره" اس کی پشت میں پانی جمع ہے۔ یعنی اس نے شادی نہیں کی۔ ابو عبید نے کہا اس کا معنی روکنا ہے۔ التصرية حبس الماء تصريه کا معنی پانی روکنا ہے۔ امام شافعی نے کہا تصریہ' یہ ہے کہ اونٹنی یا بکری کے تھنوں کو باندھ دیا جائے اور دو تین ان کا دودھ نہ دوہا جائے حتی کہ ان کا دودھ جمع ہو جائے اور اس وجہ سے خریدار یہ گمان کرے کہ یہ عادۃً اتنا دودھ دیتی ہے اور اس کی قیمت زیادہ لگائے۔[39]

علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

تصریہ حرام ہے اور بیع صحیح ہے اور جب خریدنے والے کو تصریہ کا علم ہو جائے تو وہ اس مصراۃ کو واپس کر سکتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ دھوکے سے بیع کی گئی ہے۔ اس امر میں ہمارے اصحاب شافعیہ کا اختلاف ہے کہ علم کے باوجود آیا یہ اختیار اسی وقت ہوتا ہے یا تین دن تک رہتا ہے۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ اختیار اسی وقت ہوتا ہے البتہ اگر اس کو فوراً پتہ نہ چلے تو تین دن تک یہ اختیار رہتا ہے کیونکہ عموماً تین دن سے پہلے اس کا پتہ نہیں چلتا کیونکہ جب دوسرے دن پہلے دن سے کم دودھ نکلے تو یہ احتمال بھی ہے کہ اس نے اس دن کم کھایا ہو یا اور کوئی وجہ ہو لیکن جب لگاتار تین دن تک وہ کم دودھ دے تو اس کا یقین ہو جاتا ہے کہ وہ مصراۃ ہے۔ پھر جب دودھ دوہنے کے بعد وہ مصراۃ کو واپس کرنے کا فیصلہ کرے تو اس کو ایک صاع کھجور بھی دینا ہو گی خواہ وہ دودھ کم دوہا ہو یا زیادہ اور خواہ مصراۃ بکری ہو' اونٹنی ہو یا گائے یہ ہمارا مذہب ہے۔ حدیث میں جو ایک صاع کھجور واپس کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ اس وقت ان لوگوں کی عام خوراک کھجوریں تھیں۔ اس لئے شریعت کا حکم اسی پر باقی اور مستمر رہا اور دودھ کی مثل یا اس کی قیمت کو نہیں واجب کیا بلکہ دودھ قلیل ہو یا کثیر ہر حال میں ایک صاع کھجوروں کو واجب کیا ہے۔ تاکہ ایک شرعی ضابطہ مقرر ہو جائے اور اختلاف کی صورت میں اس ضابطہ کی طرف رجوع کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ اختلاف اور نزاع دور کرنے پر بہت حریص تھے۔ نیز بیع مصراۃ اکثر دیہاتوں میں ہوتی ہے جہاں اکثر دودھ تلف ہو جاتا ہے اور اس کی قلت اور کثرت میں اختلاف ہوتا ہے اس لئے شریعت نے ان کیلئے ایک ضابطہ مقرر کر دیا ہے جس میں کوئی جھگڑا نہ ہو سکے اور وہ ایک صاع کھجوریں ہیں۔[40]

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص تدلیس سے قیمت زیادہ کرے مثلاً تھنوں میں دودھ روک لے تو خریدار اس جانور کو واپس کر سکتا ہے اور مصراۃ کے ساتھ دودھ کے عوض میں ایک صاع کھجور بھی واپس کرے گا۔ علامہ مرداوی لکھتے ہیں کہ صحیح مذہب یہ ہے کہ ایک صاع کھجوروں کا واپس کرنا شرط ہے۔ خواہ ان کی قیمت دودھ سے زیادہ ہو یا کم اکثر اصحاب حنبلیہ کا یہی موقف ہے۔[41]

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک کا مشہور قول حدیث کے مطابق ہے۔ یعنی خریدار چاہے تو مصراۃ کو واپس کر سکتا ہے اور اس کو ایک صاع کھجوریں دینی ہوں گی۔[42]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا موقف یہ ہے کہ خریدار مصراۃ کو واپس نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تصریہ (تھنوں میں دودھ روکنا) عیب نہیں ہے۔ البتہ بائع نے جو اس سے تلبیس کی ہے اور اس وجہ سے خریدار کو معروف قیمت سے زیادہ قیمت لگانے کا جو نقصان ہوا ہے اس لئے خریدار بائع سے اتنے پیسے واپس لے سکتا ہے۔[43]

فقہاء احناف نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل نہیں کیا۔ کیونکہ اولاً تو یہ حدیث مضطرب ہے۔ اس لئے لائق استدلال نہیں ہے۔ ثانیاً یہ حدیث قرآن مجید' سنت' اجماع اور قیاس کے مخالف

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

ہے۔ ثالثاً یہ حدیث منسوخ ہے۔[44]

بیع قبل القبض کے احکام

مبیع پہ قبضہ سے پہلے اس کی بیع جائز نہیں ہے اس کو بیع قبل القبض فرمایا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا اشْتَرَى أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ، حَتَّى يَقْبِضَهُ ، قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ، زَادَ مُسَدَّدٌ قَالَ: وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَأَحْسِبُ أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِثْلَ الطَّعَامِ.[45]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی گیہوں خریدے تو جب تک اسے اپنے قبضہ میں نہ کر لے، نہ بیچے۔ سلیمان بن حرب نے اپنی روایت میں «حتی یقبضہ» کے بجائے «حتی یستوفیه» روایت کیا ہے۔ مسدد نے اتنا اضافہ کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میں سمجھتا ہوں کہ گیہوں کی طرح ہر چیز کا حکم ہے (جو چیز بھی کوئی خریدے جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے دوسرے کے ہاتھ نہ بیچے)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت ہے:

كُنَّا فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَاعُ الطَّعَامَ، فَيَبْعَثُ عَلَيْنَا مَنْ يَأْمُرُنَا بِانْتِقَالِهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي ابْتَعْنَاهُ فِيهِ، إِلَى مَكَانٍ سِوَاهُ، قَبْلَ أَنْ نَبِيعَهُ[46]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم غلہ خریدا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر ایسے آدمی مقرر فرماتے جو ہمیں حکم دیتے کہ اسے فروخت کرنے سے پہلے اس جگہ سے جہاں ہم نے اسے خریدا تھا، کسی دوسری جگہ منتقل کریں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت ہے:

«قَدْ رَأَيْتُ النَّاسَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ابْتَاعُوا الطَّعَامَ جِزَافًا، يُضْرَبُونَ فِي أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِمْ، وَذَلِكَ حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ»، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ، وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يَشْتَرِي الطَّعَامَ جِزَافًا، فَيَحْمِلُهُ إِلَى أَهْلِهِ[47]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کو دیکھا کہ جب وہ (ناپ تول کے بغیر) اندازے سے غلہ خریدتے تو اس بات پر انہیں مار پڑی تھی کہ وہ اس کو گھروں میں منتقل کرنے سے پہلے، اسی جگہ اسے بیچیں۔ ابن شہاب نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد اندازے سے غلہ خریدتے، پھر اسے اپنے گھر اٹھا لاتے۔

بیع قبل القبض کے بارے میں فقہاء کرام کی الگ الگ تعبیرات ہیں چنانچہ علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ہمارا مذہب یہ ہے کہ مبیع پہ قبضہ سے پہلے اس کی بیع جائز نہیں ہے خواہ مبیع منقول چیز ہو (جیسے سامان) یا غیر منقول چیز ہو (جیسے زمین) یہ بیع بائع کی اجازت سے جائز ہے نہ اس کی اجازت کے بغیر قیمت ادا کرنے سے پہلے جائز ہے نہ قیمت ادا کرنے کے بعد۔[48]

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک بیع قبل القبض بالخصوص طعام میں ممنوع ہے۔ خواہ طعام (اناج) کی بیع ناپ سے ہو یا تول سے اور قاضی عیاض مالکی نے کہا کہ یہ بیع ہر اس چیز میں ناجائز ہے جس کی بیع ناپ، تول یا عدد سے ہوتی ہو سحنون اور ابن حبیب نے کہا مشہور یہ ہے کہ ممانعت طعام میں منحصر ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ یہ ممانعت ربوی اور غیر ربوی میں عام ہے اور ابن وہب کا قول یہ ہے کہ یہ ربوی میں منحصر ہے۔[49]

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

جب تک مبیع پر قبضہ نہ کرے اس کی بیع جائز نہیں ہے۔ یہ مذہب مطلقاً ہے۔ فقہاء حنبلیہ کا یہی موقف ہے۔ امام احمد سے ایک روایت ہے کہ بائع کیلئے یہ بیع جائز ہے۔ شیخ تقی الدین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ لیکن مذہب کے خلاف ہے۔[50]

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

جس شخص نے کسی منقول چیز کو خریدا اس چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے بیع قبل القبض سے منع فرمایا ہے اور اس لئے کہ اس بیع میں غرر (دھوکا) ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے مبیع، بائع کے پاس ہلاک ہو جائے۔ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک زمین کی بیع قبل القبض جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ بھی ناجائز ہے۔ امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں مطلقاً بیع قبل القبض سے منع فرمایا گیا ہے۔ نیز وہ غیر منقول کو منقول پر قیاس کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ اس بیع میں تمام ارکان اور شرائط پائے گئے ہیں اور اس میں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

غرر نہیں ہے۔ کیونکہ زمین کا ہلاک ہونا شاذونادر ہوتا ہے۔ برخلاف منقولات کے اور حدیث میں ممانعت کی علت غرر ہے۔ کیونکہ دوسرے دلائل سے اس بیع کا جواز ثابت ہے۔ لہٰذا یہ بیع جائز ہے۔[51]

بیع قبل القبض سے ممانعت کی ایک واضح حکمت یہ ہے کہ جب خریدار مبیع پر قبضہ کرلے گا تو اس میں بائع کے تصرف کرنے کا امکان ختم ہو جائے گا ورنہ ہو سکتا ہے کہ بیچنے کے بعد بائع کو زیادہ منافع والا کوئی اور گاہک مل جائے تو وہ خریدار کو مبیع پر قبضہ نہ دے گا اور بیع فسخ کر دے۔

آجکل اس حکم کی ایک حکمت یہ بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ بیع قبل القبض کی وجہ سے سٹے کو فروغ ہوتا ہے اور اجناس کی قیمت دس بیس گنا زیادہ ہو جاتی ہے جس سے صارفین کا استحصال ہوتا ہے مثلاً کسی ملک سے ایک شخص بحری جہاز کے ذریعہ مصنوعات منگواتا ہے اور جہاز کے لنگر انداز ہونے سے پہلے وہ سامان کچھ منافع پر دوسرے شخص کو بیچ دیتا ہے یہ دوسرا شخص کچھ اور منافع لے کر یہ سامان تیسرے شخص کو بیچ دیتا ہے اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ بندرگاہ پر جہاز کے پہنچنے تک ایک ہی چیز نفع در نفع سے دس بار بک چکی ہوتی ہے اور جو چیز اپنے ملک سے دس روپیہ میں چلی تھی منافع خوروں کے غیر شرعی کاروبار کی وجہ سے وہ بالآخر دو سو روپیہ سے زائد کی پڑتی ہے۔ چونکہ سٹے میں صرف کاروباری ساکھ کی بنیاد پر صرف کاغذات اور ٹیلی فون پر سونے اور روئی وغیرہ کی بیع ہوتی ہے اور عملی طور پر خرید و فرخت نہیں ہوتی نہ مبیع پر قبضہ کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس حدیث کے تحت سٹے کا کاروبار ناجائز ہے۔

بیع میں استثناء کی ممانعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع میں استثناء سے منع فرمایا ہے یہ ممانعت اس وقت ہے جب بیع میں حصہ مجہولہ کا استثناء ہو۔ مثلاً کوئی شخص کہے میں تم کو یہ ڈھیر بیچتا ہوں۔ لیکن اس سے بعض حصہ مستثنیٰ ہے۔ یہ بیع بالاجماع باطل ہے اور اگر استثناء اور بیع معلوم ہو تو بیع جائز ہے۔ مثلاً کوئی شخص کہے میں تم کو یہ کپڑے بیچتا ہوں۔ لیکن یہ معین کپڑا مستثنیٰ ہے تو یہ بیع بالاجماع جائز ہے۔

اگر استثناء معلوم ہو لیکن استثناء سے پہلے مبیع میں جہالت لازم آتی ہو تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ مثلاً ایک شخص کہے میں تم کو اناج کا یہ ڈھیر فروخت کرتا ہوں مگر اس سے ایک صاع مستثنیٰ ہے۔ امام ابو حنیفہ' امام شافعی اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ یہ بیع فاسد ہے کیونکہ استثناء کے بعد باقی مبیع مجہول ہے۔ ہاں اگر کسی عام حصہ کا اشتناء کیا جائے تو جائز ہے۔ مثلاً کہے میں تم کو یہ ڈھیر فروخت کرتا ہوں لیکن اس کا نصف اس بیع سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ استثناء کے بعد باقی مبیع معلوم ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پہلی صورت میں بھی بیع جائز ہے۔ بشر طیکہ تہائی سے زیادہ استثناء نہ ہو اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ استثناء سے ممانعت مبیع میں جہالت کی وجہ سے کی گئی ہے کیونکہ ترمذی شریف میں ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے محاقلہ' مزانبہ' مخابرہ اور استثناء سے منع فرمایا ہے۔ الا یہ کہ قدر استثناء ہو جائے۔ پس جب استثناء سے مبیع میں جہالت لازم آئے گی تو بیع فاسد ہو گی اور جب استثناء سے مبیع میں جہالت نہیں ہو گی تو بیع جائز ہو گی۔[52]

ربٰو کی ممانعت

لغت میں ربٰو کے معنی زیادتی' بڑھوتری اور بلندی ہیں۔ علامہ زبیدی لکھتے ہیں کہ علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ اصل مال پر زیادتی کو ربٰو کہتے ہیں اور زجاج نے کہا ہے کہ ربٰو کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ربٰو حرام ہے اور دوسرا حرام نہیں ہے۔ ربٰو حرام ہر وہ قرض ہے جس میں اصل رقم سے زیادہ وصول کیا جائے یا اصل رقم پر کوئی منفعت لی جائے اور ربٰو غیر حرام یہ ہے کہ کسی کو ہدیہ دے کر اس سے زیادہ لیا جائے۔[53] علامہ عینی نے شرح المذہب کے حوالے سے لکھا ہے کہ ربٰو کو الف' واؤ یا اور یا تینوں کے ساتھ لکھنا صحیح ہے یعنی ربا' ربٰو اور ربیٰ۔[54]

اصطلاح شرع میں ربٰو کی دو قسمیں ہیں۔ ربٰو النسیئہ (اس کو ربٰو القرآن بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کو قرآن مجید نے حرام کیا ہے) اور ربٰو الفضل (اس کو ربٰو الحدیث بھی کہتے ہیں) ربٰو الفضل یہ ہے کہ ایک جنس کی چیزوں میں دست بدست زیادتی کے عوض بیع ہو۔ مثلاً چار کلو گرام گندم کو نقد آٹھ کلو گرام گندم کے عوض فروخت کیا جائے۔ ربٰو الفضل کن چیزوں میں ہے اس میں آئمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔ ربٰو النسیئہ یہ ہے کہ ادھار کی میعاد پر معین شرح کے ساتھ اصل رقم سے زیادہ وصول کرنا یا اس پر نفع وصول کرنا۔ آج کل دنیا میں جو سود رائج ہے۔ اس پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ شریعت میں ربٰو بغیر عقد بیع کے اصل مال پر زیادتی ہے اور ہمارے نزدیک ربٰو یہ ہے کہ مال کے بدلے مال میں جو مال بلا عوض لیا جائے۔ مثلاً کوئی شخص دس درہم کو گیارہ درہم کے بدلے میں فروخت کرے تو اس میں ایک درہم زیادتی بلا عوض ہے۔[55]

علامہ ابن اثیر نے جو تعریف کی ہے وہ رباء النسیئہ پر صادق نہیں آتی اور علامہ عینی نے جو تعریف کی ہے وہ ربا النسیئہ پر اس لیے صادق نہیں آتی۔ کیونکہ اس میں ادھار کا ذکر نہیں ہے اور چونکہ اس میں مجانست کی قید نہیں ہے۔ اس لیے ربا الفضل پر بھی صادق نہیں آتی۔ ربا النسیئہ کی بہترین تعریف علامہ رازی نے کی ہے، لکھتے ہیں: ربا النسیئہ زمانہ جاہلیت میں مشہور اور معروف تھا۔ وہ لوگ اس شرط پر قرض دیتے تھے کہ وہ اس کے عوض ہر ماہ (یا ہر سال) ایک معین رقم لیا کریں گے اور اصل رقم مقروض کے ذمہ باقی رہے گی۔ مدت پوری ہونے کے بعد قرض خواہ مقروض سے اصل رقم کا مطالبہ کرتا رہا اور اگر مقروض اصل رقم ادا نہ کر سکتا تو قرض خواہ مدت اور سود دونوں میں اضافہ کر دیتا یہ وہ ربٰو ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھا۔[56]

حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

أَقْبَلْتُ أَقُولُ مَنْ يَصْطَرِفُ الدَّرَاهِمَ، فَقَالَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ وَهُوَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: أَرِنَا ذَهَبَكَ، ثُمَّ ائْتِنَا إِذَا جَاءَ خَادِمُنَا نُعْطِكَ وَرِقَكَ، فَقَالَ عُمَرُ: كَلَّا وَاللَّهِ لَتُعْطِيَنَّهُ وَرِقَهُ، أَوْ لَتَرُدَّنَّ إِلَيْهِ ذَهَبَهُ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْوَرِقُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا

إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ . قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَمَعْنَى قَوْلِهِ: إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ يَقُولُ يَدًا بِيَدٍ.[57]

میں (بازار میں) یہ کہتے ہوئے آیا: درہموں کو (دینار وغیرہ سے) کون بدلے گا؟ تو طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا اور وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھے: ہمیں اپنا سونا دکھاؤ، اور جب ہمارا خادم آجائے تو ہمارے پاس آجاؤ ہم (اس کے بدلے) تمہیں چاندی دے دیں گے۔ (یہ سن کر) عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا تم اسے چاندی ہی دو ورنہ اس کا سونا ہی لوٹا دو، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''سونے کے بدلے چاندی لینا سود ہے، الا یہ کہ ایک ہاتھ سے دو، دوسرے ہاتھ سے لو، گیہوں کے بدلے گیہوں لینا سود ہے، الا یہ کہ ایک ہاتھ سے دو، دوسرے ہاتھ سے لو، جو کے بدلے جو لینا سود ہے الا یہ کہ ایک ہاتھ سے دو، دوسرے ہاتھ سے لو، اور کھجور کے بدلے کھجور لینا سود ہے الا یہ کہ ایک ہاتھ سے دو، دوسرے ہاتھ سے لو''۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْزُقُنَا تَمْرًا مِنْ تَمْرِ الْجَمْعِ، فَنَسْتَبْدِلُ بِهِ تَمْرًا هُوَ أَطْيَبُ مِنْهُ وَنَزِيدُ فِي السِّعْرِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَصْلُحُ صَاعُ تَمْرٍ بِصَاعَيْنِ، وَلَا دِرْهَمٌ بِدِرْهَمَيْنِ، وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ، وَالدِّينَارُ بِالدِّينَارِ لَا فَضْلَ بَيْنَهُمَا إِلَّا وَزْنًا .[58]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں مختلف قسم کی مخلوط کھجوریں کھانے کو دیتے تھے، تو ہم انہیں عمدہ کھجور سے بدل لیتے تھے، اور اپنی کھجور بدلہ میں زیادہ دیتے تھے، تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک صاع کھجور کو دو صاع کھجور سے اور ایک درہم کو دو درہم سے بیچنا درست نہیں، درہم کو درہم سے، اور دینار کو دینار سے، برابر برابر وزن کر کے بیچو، ان میں کمی بیشی جائز نہیں۔

بیع عینہ کے احکام

بیوع فاسدہ کے باب میں بیع عینہ ایک معرکۃ الآراء مسئلہ ہے۔ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

ایک شخص کسی شخص کو کوئی چیز اس کی معروف قیمت کے عوض مدت معینہ کے ادھار پر فروخت کرے پھر اس شخص سے اسی چیز کو قیمت فروخت سے کم قیمت پر خریدے۔ یہ عینہ ہے۔[59]

علامہ زبیدی نے لکھا ہے عینہ بالکسر ہے۔[60] علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ اس کو عینہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں عین دائن کی طرف لوٹ جاتی ہے۔[61]

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی بیع عینہ کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایک شخص کسی تاجر سے مثلاً دس روپے قرض مانگتا ہے وہ انکار کرتا ہے پھر اس کو مثلاً پندرہ روپے میں (مدت معینہ کے ادھار پر) ایک ایسا کپڑا فروخت کرتا ہے جس کی معروف قیمت دس روپے ہے تاکہ قرض لینے والا وہی کپڑا اسکو دس روپے میں فروخت کر دے اور اس کو پانچ روپیہ زیادہ مل جائیں۔ اس کو عینہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں قرض دینے سے عین کی طرف اعراض ہے۔ یہ بیع مکروہ ہے۔[62]

اور اس بارے میں روایات بھی بکثرت ہیں۔ امام ابوداؤد سجستانی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر، قال: سمعتُ رسولَ الله -صلَّى الله عليه وسلم- يقول: "إذا تبايعتُم بالعِينَةِ، وأخذتم أذنابَ البقرِ، ورضيتُم بالزَّرْعِ، وتركتُم الجهادَ، سَلَّطَ اللهُ عليكم ذُلاًّ لا ينزِعُه حتى تَرجِعُوا إلى دينكم" 63

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم بیع عینہ کروگے اور بیلوں کی دمیں پکڑ کر زراعت پر راضی ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا اور اس کو اس وقت تک دور نہیں کرے گا۔ جب تک تم اپنے دین کی طرف رجوع نہیں کرو گے۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے بیع عینہ کرنے پر ذلت کی وعید سنائی ہے اور اس کو دین سے پھرنے کے ساتھ تعبیر فرمایا اور یہ بیع عینہ کی حرمت کی واضح دلیل ہے۔ اس دلیل پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ زراعت کرنے پر بھی یہ وعید ہے پھر چاہیے کہ وہ بھی ممنوع ہو جائے حالانکہ وہ ممنوع نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ زراعت پر بھی راضی ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس میں اس قدر اشتغال ہو جائے کہ لوگ جہاد کو چھوڑ دیں۔ علامہ ابن ہمام نے بھی یہ توجیہ کی ہے[64] اور اس تاویل کی اس لئے ضرورت ہے کہ دوسری احادیث سے زراعت کا جواز اور استحسان ثابت ہے۔ بر خلاف بیع عینہ کے اس میں اس تاویل کی اس لئے ضرورت نہیں ہے کہ اس کا استحسان دوسری احادیث سے ثابت نہیں بلکہ اس کے برعکس اس کی ممانعت میں بکثرت احادیث ہیں۔ امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن عطاء عن ابن عمر قال نهى عن العينة[65]

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیع عینہ سے منع فرمایا ہے۔

عن الحكم عن مسروق قال العينة حرام[66]

حکم کہتے ہیں کہ مسروق نے کہا کہ عینہ حرام ہے۔

عن ابن عباس يقول اذا بعتم السرق من سرق الحرير بنسيئة فلا تشترو[67]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب تم ریشم کے ٹکڑوں میں سے کوئی ٹکڑا ادھار فروخت کرو تو اس کو مت خریدو۔

عن طائوس قال من اشتریٰ سلعة بنظرة من رجل فلایبیعہا ایاہ ومن اشتری بنقد فلا یبیعہا ایاہ بنظرة[68]

طاؤس کہتے ہیں کہ جس شخص نے کسی شخص سے کوئی چیز ادھار خریدی وہ اس شخص کو وہ چیز نہ فروخت کرے اور جس شخص نے کوئی چیز نقد خریدی وہ اس شخص کو وہ چیز ادھار فروخت نہ کرے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

بیع عینہ ممنوع نہیں ہے۔اس کے بعد بیع عینہ کی تعریف کرتے ہیں۔ایک شخص دوسرے شخص کو کوئی چیز ادھار فروخت کرے اور وہ چیز اس کو دے دے پھر اس سے قیمت وصول کرنے سے پہلے کم قیمت نقد دے کر وہ چیز اس سے خرید لے۔[69]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جس شخص نے ادھار قیمت پر ایک چیز فروخت کی۔پھر اس چیز کو کم قیمت پر نقد خرید لیا تو اکثر اہل علم کے نزدیک یہ بیع جائز نہیں ہے۔حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حسن بصری، ابن سیرین، شعبی اور نخعی سے یہی مروی ہے۔[70]

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص مدت معین کے ادھار پر کوئی چیز فروخت کرے پھر اس چیز کو خرید لے تو اس میں نو صورتیں ہیں جن میں سات میں اتفاق ہے اور دو میں اختلاف ہے۔جن دو میں اختلاف ہے وہ یہ ہیں مدت معین کے ادھار پر فروخت کرنے کے بعد مدت پوری ہونے سے پہلے اس کو کم قیمت پر خرید لے یا مدت گزرنے کے بعد اس کو زیادہ قیمت پر خریدے۔امام مالک اور جمہور اہل مدینہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔امام شافعی کے نزدیک یہ جائز ہے جو اس کو ناجائز کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ بیع حرام کے حصول کا ذریعہ ہے۔مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ مجھ کو ایک ماہ کیلئے دس دینار بیس دینار کے عوض دے دو۔وہ کہے یہ جائز نہیں ہے لیکن میں تم کو یہ گدھا ایک ماہ کے ادھار پر بیس دینار کے عوض فروخت کر دیتا ہوں۔پھر تم کو دس دینار نقد دے کر یہ گدھا خرید لوں گا۔علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں جو فقہاء اس بیع کو ناجائز کہتے ہیں وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں انہوں نے حضرت زید بن ارقم کی ام ولد کی ایسی بیع کرنے پر مذمت کی اور حضرت زید بن ارقم کو وعید سنائی۔[71]

امام ابو حنیفہ کے نزدیک بیع عینہ ناجائز ہے یعنی کوئی شخص کسی چیز کو ادھار فروخت کر کے مدت پوری ہونے سے پہلے کم قیمت پر نقد خرید لے اور یہی بیع عینہ ہے،امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ بیع ممنوع ہے،امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں:

قال ابوحنیفه رضی الله عنه من اشتری سلعة بنقد اوبنسیئة فقبضها ولم ینقد الثمن حتی باعها من الذی اشترابا منه الثمن حتی باعها من الذی اشترابا منه باقل من الثمن فلا خیر فیه الی قوله وکذالک بلغنا عن عائشه ام المومنین رضی الله عنها ان امرأة قالت لها انی بعت زید بن ارقم جاریة بثما نما ئة دربهم الی عطائه واشتریتها منه بستما ئة دربهم نقد افقالت عائشه بئس ما شریت بئسا ماشریت ! ابلغی زید بن ارقم انه قد ابطل جها ده مع رسول الله صلی الله علیه وسلم ان لم یتب الحدیث 72

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے نقد یا ادھار قیمت پر ایک چیز خریدی۔اس چیز پر قبضہ کر لیا اور قیمت ادا نہیں کی۔حتیٰ کہ وہ چیز اس شخص کو قیمت خرید سے کم پر فروخت کر دی جس سے خریدی تھی تو اس میں کوئی خیر نہیں ہے (اس پر دلیل قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں) ہمیں اسی طرح یہ حدیث پہنچی ہے۔ایک عورت نے حضرت عائشہ ام المومنین سے کہا میں نے حضرت زید بن ارقم کو وظیفہ کی وصولی تک کے ادھار پر آٹھ سو درہم کے عوض ایک باندی فروخت کی ہے۔پھر وہی باندی ان کو چھ سو درہم نقد دے کر خرید لی۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم نے بری خریداری کی! تم نے بری خریداری کی۔زید بن ارقم کو میرا یہ پیغام پہنچادو کہ اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو جہاد کیا تھا وہ باطل ہو جائے گا۔

خلاصۃ البحث:

مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ بیع ملامسہ اور منابذہ باطل ہے کیونکہ یہ جوئے کے مترادف ہے۔غائب چیز کی بیع جائز ہے جبکہ صارف کے پاس اس کو دیکھنے اور جانچ کرنے کا حق حاصل ہے،اس کے بعد مشتری بیع کو ختم کردے یا درست قرار دے۔ایسی بیع جس میں دھوکہ کا عنصر پایا جائے وہ حرام ہے۔بیع پر بیع ممنوع ہے اس سے صارف کے حقوق تلف ہوتے ہیں۔ماپ اور تول کے بغیر بیع کرنے میں آئمہ ثلاثہ جواز کے قائل ہیں اور زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی قرار دیتے ہیں،احناف کے نزدیک اگر ایک ہی جنس ہو تو بیع جائز نہیں ہے لیکن اگر مختلف الاجناس ہو تو بیع جائز ہے،کیونکہ پہلی صورت میں

رباء کا احتمال موجود ہے۔ احناف کے نزدیک بیع عینہ مکروہ ہے اور امام شافعی کے نزدیک ممنوع نہیں ہے جبکہ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک ممنوع ہے۔

---

1 الزحیلي، وهبة بن مصطفى، المتوفى: 2015ء، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الفکر سوریّۃ، دمشق 2009ء، ج5 ص3079

2 ابن عابدین، علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، المتوفی: 1252ھ، رد المحتار المعروف فتاویٰ شامی، دار المعرفہ بیروت 1395ھ، ج4 ص505

3 القرآن: 4:29

4 غفاری، نور محمد، ڈاکٹر، تجارت کے اسلامی اصول وضوابط، ناشر شیخ الہند اکیڈمی کراچی، ص113

5 ایضاً

6 اعظمی، مولانا امجد علی، بہار شریعت، مکتبۃ المدینہ کراچی، ج2 حصہ 11، ص696

7 ایضاً

8 الحصکفی، علاؤالدین محمد بن علی، الدر المختار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مکتبہ دار المعارفہ بیروت 1425ھ، ج7 ص232

9 المرغینانی، ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی، الہدایہ، کتاب البیوع، فصل فی احکام بیع الفاسد، دار لاحیاء التراث العربی بیروت، ص54-55

10 البخاری، امام محمد بن إسماعیل، المتوفی: 256ھ، الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وأیامہ، الناشر: دار طوق النجاۃ الطبعۃ الأولی 1422ھ، كِتَابُ البُيُوعِ، باب بیع الملامسۃ، رقم الحدیث: 2144

11 مالک، مالک بن أنس بن مالک، المتوفی :179ھ، الموطأ، مؤسسۃ زاید بن سلطان آل نھیان للأعمال الخیریۃ والإنسانیۃ أبو ظبي الإمارات، 1425ھ، باب الملامسۃ والمنابذۃ، رقم الحدیث: 164

12 النووی، علامہ یحییٰ بن شرف، شرح صحیح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، 1375ھ، ج2 ص2

13 العینی، بدرالدین، حنفی، عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر 1348ھ، ج11 ص266

14 البابرتی، علامہ محمد بن محمود، عنایہ علی ہامش فتح القدیر، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ج6 ص55

15 المسلم، مسلم بن حجاج مسلم، المتوفی: 261ھ، الصحیح المسلم، دار احیاء التراث العربي، بیروت 1990ء، كِتَابُ الْبُيُوعِ، باب تحریم بیع حبل الحبلۃ، رقم الحدیث: 1514

16 الجزری، علامہ محمد بن اثیر، النہایہ، مطبوعہ موسستہ مطبوعاتی ایرانی 1364ھ، ج1 ص334

17 الافریقی، علامہ جمال الدین ابن منظور، لسان المعرب مطبوعہ نشر ادب الحوذۃ قم ایران 1405ھ، ج11 ص14، 139

18 العسقلانی، حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر، فتح الباری، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور 1401ھ، ج4 ص358

19 الموطأ، كِتَابُ الْبُيُوعِ، باب: ما ینھی عنہ من المساومۃ والمبایعۃ، رقم الحدیث: 2516

20 احمد، أبو عبد اللہ أحمد بن محمد بن حنبل، مسند أحمد بن حنبل، الناشر: عالم الکتب بیروت، 1419ھ، مسند عبداللہ بن عمر بن خطاب، رقم الحدیث: 4722

21 النسائی، حافظ عبدالرحمن احمد بن اشعث، المتوفی: 303ھ، السنن، مکتبہ المطبوعات السلامۃ الحلب، 1986ء، کتاب البیوع، باب النجش رقم الحدیث: 4505

22 النووی، شرح صحیح مسلم، ج2 ص3

23 المسلم، كِتَابُ الْبُيُوعِ، باب لا یبع بعضکم علی بیع بعض، رقم الحدیث: 3809

24 النووی، شرح صحیح مسلم، ج2 ص3

25 المقدسی، شمس الدین ابوعبداللہ بن محمد مفلح حنبلی، کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، الطبقۃ الثالثۃ 1387ھ، ج4 ص45

26 ابن رشد، قاضی ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی، بدایۃ المجتھد، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ج2ص 124

27ابن نجیم، علامہ زین الدین حنفی، البحر الرائق، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، ج6ص 99

28المرغینانی، ابوالحسن علی بن ابی بکر، الھدایہ مع فتح القدیر، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ج6ص 107

29 ابن ہمام، کمال الدین حنفی، فتح القدیر، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ج6ص 107

30 ابن عابدین، علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، المتوفی: 1252ھ، رد المحتار المعروف فتاویٰ شامی، دار المعرفہ بیروت 1395ھ، ج4ص 183

31 ابن ماجہ، امام ابوعبداللہ محمد بن یزید، المتوفی 273ھ، سنن ابن ماجہ، دار إحياء الكتب العربية 2009ء، کِتَابُ التِّجَارَاتِ، باب ماجاء في النهي عن النجش، رقم الحدیث: 2173

32 النووی، شرح صحیح مسلم، ج2ص 3

33 ابن ہمام، فتح القدیر، ج6ص 107

34 ابن رشد، قاضی ابوالولید محمد بن احمد مالکی، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ج2ص 125-126

35ابن قدامہ، موافق الدین عبداللہ بن احمد حنبلی، المتوفی: 620ھ، المغنی، دار الفکر بیروت 1405ھ، ج4ص 300

36الھیثمی، حافظ نورالدین علی بن ابی بکر، کشف الاستار عن زوائد البزار، مطبوعہ مؤسستہ الرسالۃ بیروت الطبعۃ الثانیہ 1404ھ، ج2ص 90

37المسلم، کتاب البیوع، باب مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُصَرَّاةً، رقم الحدیث: 3826

38 النسائی، حافظ عبدالرحمٰن احمد بن اشعث، المتوفی: 303ھ، السنن، مکتبہ المطبوعات السلامۃ الحلب، 1986ء، باب النهي عن المصراة، رقم الحدیث: نمبر 4487

39 سعیدی، علامہ غلام رسول، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال، لاہور، کتاب البیوع، جلد4ص 148

40النووی، شرح صحیح مسلم، ج2ص 5

41المرداوی، علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی، الانصاف، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1406ھ، ج4ص 399، 398

42 دشتانی، ابوعبداللہ دشتانی، المتوفی: 828ھ، اکمال اکمال المعلم، دار الکتب العلمیہ بیروت 1431ھ، ج4ص 184

43العینی، علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی، المتوفی: 855ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر 1348ھ، ج11ص 270

44 سعیدی، شرح صحیح مسلم، کتاب البیوع، جلد4ص 150

45ابوداؤد، امام سلیمان بن اشعث، المتوفی: 257ھ، سنن ابوداؤد، دار الكتاب العربي بيروت، الطبعۃ الثانیہ 1405ھ، کتاب البیوع، بَابٌ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يَسْتَوْفِيَ، رقم الحدیث: 3497

46المسلم، کتاب البیوع، باب من ابتاع طعاما فلا یبعہ حتی یستوفیہ، رقم الحدیث: 3835

47المسلم، کتاب البیوع، بَابُ بُطْلَانِ بَيْعِ الْمَبِيعِ قَبْلَ الْقَبْضِ، رقم الحدیث: 1527

48النووی، علامہ ابوزکریا یحییٰ بن شرف، المتوفی: 676ھ، المجموع شرح المہذب، مکتب العصریہ بیروت 1396ھ، ج9ص 264

49دشتانی، ابوعبداللہ دشتانی، المتوفی 828ھ، اکمال اکمال المعلم، دار الکتب العلمیہ بیروت، ج4ص 189

50المرداوی، الانصاف ج4ص 461

51المرغینانی، الھدایہ اخرین، ص 75، 74

52 سعیدی، شرح صحیح مسلم، ج4ص 213

53 الزبیدی،السید محمد مرتضیٰ حسینی تریل مصر،تاج العروس شرح القاموس، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر1306ھ،ج10ص143

54 العینی، عمدۃالقاری،ج11ص199

55 العینی، عمدۃالقاری،ج11ص199

56 الرازی، أبوعبداللہ محمد بن عمربن الحسن، التفسیرالکبیر،داراحیاءالتراث العربي بیروت،الطبعۃالثالثۃ1420ھ،ج2ص351

57 الترمذی،امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسی،المتوفی:279ھ، سنن الترمذي،دارالغرب الِاسلامی بیروت،1998ء کتاب البیوع، بَابُ مَاجَاءَفِي الصَّرْفِ،رقم الحدیث:1243

58 ابن ماجہ،امام ابوعبداللہ محمد بن یزید،المتوفی 273ھ، سنن ابن ماجہ،داراحیاءالکتب العربیۃ 2009ء، کتاب التجارات، بَابُ الصَّرْفِ وَمَالَایَجُوزُمُتَفَاضِلًایَدًابِیَدٍ،رقم الحدیث:2256

59الجزری،علامہ محمد بن اثیر،نہایہ، مطبوعہ موسسۃاسماعیلیان قم ایران1364ھ،ج3ص334‘ 333

60الزبیدی،السید محمد مرتضیٰ حسینی،المتوفی: 1205ھ،تاج العروس شرح القاموس، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر1306ھ،ج9ص291

61ابن ہمام، فتح القدیر،ج6ص324

62 ابن نجیم،البحرالرائق،ج6ص235

63 ابوداؤد،امام سلیمان بن اشعث،المتوفی: 257ھ، سنن ابوداؤد،دارالکتاب العربي بیروت،الطبعۃالثانیہ 1405ھ، کتاب البیوع، باب فِي النهي عن العِينة،رقم الحدیث:3462

64 ابن ہمام، فتح القدیر،ج6ص234

65 ابی شیبہ،امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبسی‘ المصنف، مطبوعہ ادارۃالقرآن کراچی‘ الطبع الاول1406ھ،ج6ص47

66 ابی شیبہ،المصنف،ج6ص47

67الصنعانی،امام عبدالرزاق بن ہمام،المصنف، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبع الاول1382ھ،ج8ص187

68الصنعانی،المصنف ج8ص186

69النووی،علامہ ابوزکریا یحییٰ بن شرف،المتوفی:676ھ،روضۃالطالبین وعمدۃالمفتین، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت 1405ھ،ج3ص416-417

70ابن قدامہ،المغنی،ج4ص127

71 ابن رشد،بدایۃالمجتہد،ج2ص107‘106

72الشیبانی، أبوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقدالشیباني،المتوفی:189ھ،الحجۃ علی أھل المدینۃ،عالم الکتب بیروت،ج2ص748‘ 746